فن اشتقاق کی لغوی اور معنوی باریکیاں

Secrets of Etymology Linguistically and Semantically

Roohi Abbas
Researcher, Department of Arabic, University of Peshawar, Pakistan
Sumbul Nazir
Researcher, Department of Arabic, University of Pakistan, Pakistan
Dr. Mussarat Jamal
Professor Department of Arabic, University of Peshawar, Pakistan
Email: mussarat@uop.edu.pk

Abstract

Etymology is the study of the relationship between two words in their original meaning and structure, identifying how one word relates to the other and is derived from it. Etymology is synonymous with etymology in all other languages.

Language: Derivation from the word "shaq" which means to take something from something or to take its half; that is, half of it. The derivation of speech is to take it right and left, and the derivation of a letter from a letter is to take it from it. It is said that someone split speech if he brought it out in the best way.

Technically: Its definitions in linguistic terminology are many, including:

1. A branch is taken from a root whose conjugations are based on the letters of that root.
2. Taking one word from another with some change, but with proportion in meaning.
3. Extracting a word from another, if they are suitable in meaning and structure, and different in form.

Naming based on derivation: the science of derivation or the standards of language. The first is the well-known one in the books of authors, but the second is closer to the intended meaning. Ibn Faris named his book (Dictionary of Standards of Language) accordingly. The Arabic language is a derivational language of the first degree.

Definition and definition of etymology: The science of Arabic semantics, which identifies the origin of words. This definition is closer to orthography.

The subject of etymology: knowing the meanings of words and their connection to each other, by referring to the origins of their meanings derived from measuring the meanings of words with similar material.
The fruit of the science of etymology: deepening the understanding of the speech of the Arabs, and thus of the speech of the Lawgiver. You will often find commentators making passing references to examples of this science, and many of the authors of the sciences also make passing references to it when explaining some terms and clarifying the derivation therein.
The founder and originator of the science of etymology : **Ibn Duraid** is considered the first to devote a classification to it that includes many of its origins, and Ibn Faris is the one who created its arch with his book, Mu'jam Maqayis al-Lughah, as well as some of the attempts and scattered works before them, especially by Al-Khalil bin Ahmad Al-Farahidi.
The ruling on the science of etymology: It is a communal obligation, just as scholars have decided that all instrumental sciences are communal obligations.
The merit of the science of derivation: It helps in understanding the religious texts, so there is no doubt that it is a meritorious science, and therefore it is frequently mentioned in books of interpretation and deductions in jurisprudential disputes.
Etymology: It is one of the sciences of the Arabic language with rational application. It can be considered a part of the science of (philology), and it shares some topics with (morphology) in one aspect. The difference between them is that the science of morphology studies the apparent weights and the meaning of each weight, while derivation studies the hidden meaning and the connection of meanings in a single material.
Keywords: etymology, derivation, Arabic language, morphology, philology

اشتقاق کی تعریف

عربی زبان میں اشتقاق کا موضوع ایک اہم موضوع ہے جس نے ماہرین اور محققین کی توجہ حاصل کی ہے کیونکہ یہ اس کی نشو ونما کے وسائل میں سے ایک ہے۔ اسی لیے اس موضوع نے قدیم اور جدید زبان کے علماء کی توجہ حاصل کی، اور ہمیں یہ موضوع عربی زبان کی اکثر کتابوں میں ملتا ہے، وہ زبان جسے اللہ تعالیٰ نے شرف بخشا اور اسے قرآن کریم کی زبان بنایا جو ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم) پر نازل ہوئی، اور یہ حدیث شریف، شاعری، نثر، اور عربی واسلامی ثقافت کی زبان ہے۔

میں نے اس تحقیق کو لکھنے کے لیے کئی قدیم اور جدید مصادر پر اعتماد کیا، جیسے کہ "الخصائص" ابن جنی (ت 392ھ)، "لسان العرب" ابن منظور (ت 711ھ)، "المزہر" السیوطی (ت 911ھ) اور دیگر مصادر۔ جدید مصادر میں "دراسات في فقه اللغة" صبحي الصالح، "فقه اللغة" حاتم الضامن، اور "فصول في فقه اللغة" رمضان عبد التواب شامل ہیں، اور دیگر بھی۔

میں نے تحقیق کو تین مباحث میں تقسیم کیا، پہلا مبحث زبان اور اصطلاح میں اشتقاق کے معنی پر ہے، دوسرا مبحث اشتقاق کی اقسام پر ہے، اور تیسرا مبحث عربی علماء کے قدیم اور جدید آراء پر ہے۔ میں نے اشتقاق کے فوائد پر بھی گفتگو کی اور اپنی تحقیق کا اختتام ایک خاتمے کے ساتھ کیا جس میں میں نے اہم نتائج کا ذکر کیا۔

میں امید کرتا ہوں کہ میں اس تحقیق میں کامیاب رہا ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ سب کو خیر اور فضیلت کی راہنمائی عطا فرمائے۔

اشتقاق کی لغوی:

((اشتقاق کا لفظ "شق" سے ہے، یعنی کسی چیز کا لینا یا اس کا نصف لینا، اور کلام کا اشتقاق اس میں دائیں اور بائیں لینا ہے، اور حرف کا اشتقاق اس سے لینا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ "شقف" کلام اس وقت ہے جب اسے بہترین طریقے سے پیش کیا جائے))[1].

اشتقاق عربی زبان کی نشو و نما اور اس کے الفاظ کی کثرت کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

یہ ہے:-(کسی چیز کا نصف لینا یا اس کا شق لینا، اور اشتقاق کلام میں لینا، اور خصومہ میں دائیں اور بائیں جانا جبکہ مقصد چھوڑ دیا جائے، اور حرف کا اشتقاق اس سے لینا)[2].

اشتقاق کے اصطلاحی معنی:-

(کچھ الفاظ کا ایک دوسرے سے پیدا ہونا، اور انہیں ایک مشترک اصل کی طرف لوٹانا، جو ان کی مادہ کو متعین کرتا ہے، اور اس کے مشترک اصل معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے جیسے کہ اس کے نئے خاص معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے[3]

یا یہ ہے:-(ایک لفظ کو دوسرے لفظ یا صیغہ سے نکالنے کا عمل)[4].

یا یہ ہے:-(ایک یا زیادہ الفاظ میں سے ایک لفظ لینا، جس میں لفظ اور معنی دونوں میں مناسب تعلق ہو)[5].

یا یہ ہے:-(ایک اصل سے ایک شاخ کا نکالنا جو اس اصل کے حروف میں تصاریف کرتا ہے)[6].

اور اس کی تعریف سید جرجانی (ت 816ھ) نے کی ہے:

(ایک لفظ کو دوسرے سے نکالنا، شرط یہ ہے کہ دونوں کا معنی اور ترکیب میں مناسبت ہو اور ان کی صیغہ میں اختلاف ہو[7] اور بعض محدثین کے خیال میں:-

((یہ ایک شاندار وسیلہ ہے جس کے ذریعے زبانیں ترقی کرتی ہیں، پھیلتی ہیں اور ان کے الفاظ میں اضافہ ہوتا ہے، جس سے وہ نئے خیالات اور جدید زندگی کے وسائل کا اظہار کرنے کی صلاحیت حاصل کرتی ہیں))[8].

اور اس معنی میں اشتقاق ایک عملی اور تطبیقی علم ہے جو ہماری عربی زبان میں مغربی لغویات کے اشتقاق سے مختلف ہے، کیونکہ ان کے نزدیک یہ (لفظیات کو ایک ایک کر کے لے کر، ہر ایک کو ایک طرح کی شناختی کارڈ فراہم کرنا ہے جس میں ذکر ہو: یہ کہاں سے آیا؟ اور کب؟ اور یہ کیسے تشکیل دیا گیا؟ اور اس پر جو تبدیلیاں آئیں، یہ ایک تاریخی علم ہے جو ہر لفظ کی شکل کو اس قدیم دور میں متعین کرتا ہے جس تک تاریخی معلومات پہنچنے کی اجازت دیتی ہیں، اور یہ اس راستے کا مطالعہ کرتا ہے جس سے لفظ گزرا، معنی یا استعمال کی تبدیلیوں کے ساتھ)[9].

اور اشتقاق کا مطلب معیارات بھی ہے جو ہر مادے کے الفاظ کو ایک یا زیادہ معانی کی طرف مائل کرتا ہے[10].

زبان کے علماء نے اس موضوع پر قدیم اور جدید دونوں دور میں بڑی دلچسپی لی ہے اور اس پر تصنیفات تیار کی ہیں[11]

اشتقاق کی اقسام

عربی زبان کے قدیم علماء کی اشتقاق پر تحقیق صرفی اور لغوی اشتقاق کے گرد گھومتی رہی، ان کی تمام کوششیں اس میدان میں مادے کا پیچھا کرنے اور اس سے جڑے تمام تصرفات کو جانچنے پر مرکوز تھیں تاکہ معانی کے درمیان تعلق کو کھولا جاسکے اور ان کی شکلوں اور وزنوں کی حالتوں کو جانا جاسکے، تو مادہ (ض ر ب) سے مضارع، امر، اسم فاعل، اسم مفعول، صیغہ مبالغہ وغیرہ تیار کیا جاتا ہے...... اور اسی طرح وہ جو معیاری یا صرفی مشتقات کہلاتے ہیں، ان سے دیگر صیغے بھی مشتق ہوتے ہیں، جیسے ضرب، اور اضراب وغیرہ جو لغوی اشتقاق کہلاتے ہیں۔

اور یہ اشتقاق کی تحقیق اس حالت میں رہی یہاں تک کہ چوتھی صدی ہجری میں، اس صدی میں ابن جنی ہمیں اپنی کتاب (الخصائص) میں ایک نئے قسم کے اشتقاق سے متعارف کراتے ہیں جسے انہوں نے (بڑا اشتقاق) کہا ہے جیسا کہ آگے آئے گا اور اپنی کتاب میں انہوں نے اشتقاق کی دو اقسام میں تفریق کی: چھوٹا یا چھوٹا تر: وہ جو علماء کے درمیان جانا جاتا ہے، ابن جنی نے اسے (صرفی اور لغوی) کہا اور بڑا اور بڑا تر: یعنی حروف کو: اصل ثلاثی پر چھ شکلوں کو فوقیت دینا جیسا کہ آگے آئے گا، یہ ابن جنی کا متن ہے:

"میرے نزدیک اشتقاق دو قسموں میں ہے: بڑا اور چھوٹا، چھوٹا وہ ہے جو لوگوں کے ہاتھوں اور ان کی کتابوں میں ہے جیسے آپ ایک اصل لیتے ہیں اور اسے پڑھتے ہیں، تو آپ اس کے معانی کو جمع کرتے ہیں چاہے ان کی

صیغے مختلف ہوں اور ان میں فرق ہو، اور یہ بہت ہے جیسے (س ل م) کا ترکیب، آپ اس سے سلامتی کا معنی لیتے ہیں جیسے سَلَمَ، یسلمُ، سلمان، سَلمی، السلامۃ، اور السّلم: اللدیغ، جسے سلامتی کی امید کے ساتھ چھوڑا گیا۔ اور اسی طرح باقی مثالیں ہیں، اور بڑا اشتقاق یہ ہے کہ آپ ایک اصل لیتے ہیں اور اس پر چھ شکلوں کا ایک ہی معنی قائم کرتے ہیں جو ان چھ ترکیبوں میں جمع ہوتا ہے، اور ان میں سے ہر ایک سے جو بھی نکلتا ہے)[12].

اور یہ ہیں اشتقاق کی اقسام:-

الف-اشتقاق صغیر

اسے عام اشتقاق یا صرفی اشتقاق کہا جاتا ہے، یعنی (ایک) صیغہ کو دوسری سے لینا جبکہ دونوں کا معنی ایک ہو، اور ایک اصل مادہ ہو، اور اس کی ترکیب کی شکل ہو، تاکہ دوسری کے ذریعے اصل کا معنی ظاہر ہو، اور ایک مفید اضافہ ہو، جس کی وجہ سے وہ حروف یا شکل میں مختلف ہوں جیسے ضارِبٌ سے ضَرَبَ، اور حَذَرَ سے حَذِرٌ[13].

یا تو یہ ہے (ایک لفظ کو تین آوازوں کی جڑ سے لیا گیا ہے، جو ایک ہی ترتیب یا ایک ہی بنیادی معنی کی پابندی کرتی ہے) یا یہ ہے: (کہ دو لفظوں کے درمیان حروف اور ترکیب میں تناسب ہو، جیسے ضَرَبَ سے الضَرب، عَلِمَ سے العِلم، اور فَهِمَ سے الفہم)۔

اور یہ اشتقاق کی قسم عربی میں سب سے زیادہ عام اور اہم ہے، اور اسی پر لفظ (اشتقاق) کا اطلاق ہوتا ہے جب اسے بغیر کسی قید کے استعمال کیا جائے، کیونکہ اسی کے ذریعے الفاظ میں تصرف ہوتا ہے، اور بعض الفاظ ایک دوسرے سے مشتق ہوتے ہیں، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ الفاظ کی اصل فرض کی جاتی ہے، جبکہ دوسرے کا فرعی ہونا۔[14].

اور اس کی شناخت کا طریقہ یہ ہے کہ لفظ کی تصاریف کو پلٹا جائے، یہاں تک کہ ہر ایک ایک ایسی شکل میں واپس آئے جو اصل شکلوں کی نشاندہی کرتی ہے، جیسے کہ ضَرَبَ جو صرف مطلق الضَرب کو ظاہر کرتا ہے، جبکہ ضارِب، مَضرُوب، یضرِبُ، اَضرُبُ سب زیادہ دلالت رکھتے ہیں، اور زیادہ حروف ہیں، اور ماضی کا ضَرَبَ حروف میں مساوی اور زیادہ دلالت رکھتا ہے، اور یہ سب (ض رَب) میں مشترک ہیں، اور اس کی ترکیبی شکل میں۔ اور یہی ہے وہ اشتقاق جس پر دلیل دی جاتی ہے[15].

اور اگر مشتق شکل اصل شکل کے ساتھ مادہ میں، اور ترکیب کی شکل اور اس کی تصاریف میں متفق ہو، جیسا کہ ہم نے (ضَرِب) میں دیکھا۔ اور اس کی تصاریف۔ تو ہر لفظ میں اصل مادہ کے حروف کا ہونا لازم ہے، اسی ترتیب میں، اور اس کا عمومی معنی بھی ہونا چاہیے جس کے لیے وہ شکل رکھی گئی ہے، اور اس میں کچھ نرم یا ساکن

آوازیں شامل ہو سکتی ہیں، یا ان کے ساتھ یا ان سے پہلے آسکتی ہیں، تو مادہ (عرف) کی عمومی معنوی رشتہ جو چیز کے انکشاف اور ظاہر ہونے کی نشاندہی کرتا ہے، ان تمام الفاظ میں موجود ہے:

عَرَفَ، عَرَّفَ، تعرّف، تعارف، عُرِفَ، عُرْف، أعْراف، عرّاف، تَعريفْ، عِرْفان، اور اسی طرح۔

اور یہ اشتقاق کی قسم قیاسی ہے، کیونکہ ہر مادہ میں تمام مشتقات کو سننا ممکن نہیں ہے (تو ہمارے لیے جو اشتقاق کی شکلیں جائز ہیں اور جو واقعی مشتق ہو چکی ہیں، ان میں بڑا فرق ہے، اور عربوں کی زبان میں جو روایات ہیں، ان میں یہ ضروری نہیں کہ ہر فعل کے لیے ایک اسم فاعل، اسم مفعول ہو، ممکن ہے کہ لکھنے والے کو کسی فعل میں دونوں کی ضرورت نہ ہو، تو مشتقات اس وقت بڑھتی ہیں جب ان کی ضرورت ہوتی ہے)[16]۔

اور اسماء الاعیان سے بھی مشتق کیا جا سکتا ہے: استحجر الطين، واستنوقَ الجمل، واستنسر البغات، واستأسد الرجل، وتقوَّس، وتخشّب، وتَرَبَ، وتَمَسْكَنَ....وغیرہ۔[17].

جیسے کہ انہوں نے اعداد سے بھی مشتق کیا، جو کہ جامد معانی کے نام ہیں، انہوں نے کہا: وَحُدَ، وَتَوَحَّدَ، باقی وَحدہ، اور ثنیتہ: اسے دو بنایا وغیرہ، اور انہوں نے زمانوں کے ناموں سے بھی مشتق کیا، جو کہ بھی جامد معانی کے نام ہیں، جیسے: اخرف القوم: وہ خزاں میں داخل ہوئے، وشتوا بموضع کذا: وہ وہاں سردیوں میں رہے، واربعوا: وہ بہار میں داخل ہوئے، واصافوا: وہ گرمیوں میں داخل ہوئے، وافجروا: وہ صبح میں داخل ہوئے، واصبحوا: وہ صبح میں داخل ہوئے، اور اسی طرح اشرقوا اور اظهروا۔

اور انہوں نے آوازوں کے ناموں سے بھی کثرت سے مشتق کیا، یہاں تک کہ "کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ تمام زبانوں کی اصل دراصل سنی جانے والی آوازوں سے ہے، جیسے ہوا کی سرگوشی، گرج کی آواز، پانی کا بہنا، کوا کی آواز، اور گھوڑے کی ہنہناہٹ"۔"[18].

ب۔اشتقاق کبیر

یہ ابن جنی کے نزدیک اشتقاق کبیر ہے یا لغوی قلب[19].

یہ ایک غیر محدود تعلق ہے جو ثلاثی مجموعات کے درمیان قائم ہوتا ہے، جس کے چھ تقالیب ہیں، اور ان میں سے ہر ایک کا تصرف ایک ہی معنی کی طرف لوٹتا ہے چاہے ان کی صوتی ترتیب میں تبدیلی کیوں نہ ہو[20]. یا یہ (کہ دو لفظوں کے درمیان لفظ اور معنی میں تناسب ہو بغیر ترتیب کے، جیسے جبذ سے جذب)[21].

شاید ابن جنی نے اس قسم کے اشتقاق کی طرف سب سے پہلے توجہ دی، اور اس کے لیے ایک خاص باب مختص کیا جسے (بڑا اشتقاق) کہا، اور اس کے آغاز میں کہا: (یہ ایک مقام ہے جسے ہمارے کسی ساتھی نے نہیں نام دیا،

صرف ابو علی- رحمہ اللہ- اس سے مدد لیتے تھے، اور جب چھوٹے اشتقاق کی کمی ہوتی تو اس کی طرف رجوع کرتے، لیکن انہوں نے اسے نام نہیں دیا، بلکہ ضرورت کے وقت اس کا عادی ہو جاتے، اور اس سے راحت پاتے، اور اس کا بہانہ بناتے، یہ تقلب صرف ہمارے لیے ہے، اور ہم اسے دیکھیں گے، تو جان لو کہ یہ ایک پسندیدہ لقب ہے)[22].

ابن جنی نے اس قسم کی بہت سی مثالیں ذکر کیں، اور اس میں تفصیل سے بیان کیا، اور کہا:-

(اور بڑا اشتقاق یہ ہے کہ آپ ثلاثی اصول میں سے ایک اصل لیں اور اس پر، اور اس کے چھ تقالیب پر ایک ہی معنی کو باندھیں، چھ ترکیبیں جمع ہوں گی، اور ان میں سے ہر ایک کا تصرف اسی پر ہو گا، چاہے چیز ایک دوسرے سے کتنی ہی دور کیوں نہ ہو، لطیف فن اور تفسیر کے ساتھ اسے واپس لایا جائے جیسا کہ اشتقاقی لوگ ایک ہی ترکیب میں کرتے ہیں)[23].

وہ دیکھتے ہیں کہ مادہ (ج ب ر) چاہے کتنی ہی بار تقلب کرے، اس کا جامع معنی طاقت اور شدت ہے[24].

ان میں سے: جبرت العظم والفقیر جب آپ انہیں طاقت دیتے ہیں اور ان کی شدت بڑھاتے ہیں، اور جبر: طاقت کی ملکیت ہے جو دوسروں کو طاقتور بناتی ہے، اور (رجل مجرب) جب حالات نے اسے آزمایا اور اس کی قوت کو بڑھایا، اور اس کی طاقت کو مضبوط کیا، اور اس سے الجراب ہے کیونکہ یہ اس میں موجود چیز کو محفوظ رکھتا ہے، اور جب چیز محفوظ رہے تو وہ مضبوط اور طاقتور ہو جاتی ہے، اور جب غفلت اور بے توجہی ہو تو وہ ٹوٹ جاتی ہے اور رذیل ہو جاتی ہے، اور اس میں الأبجر اور البُجرة ہے، جو طاقتور سوراخ ہے، اور علی کا قول ہے: "اللہ کا شکر عُجَرِي" اور اس کی تفسیر یہ ہے: میری مشکلات اور غم، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ العجرة ہر جسم میں ایک گرہ ہے، تو اگر یہ پیٹ اور سوراخ میں ہو تو یہ بُجرة ہے، اور البَجَرة کی تفسیر یہ ہے کہ سوراخ موٹا ہو گیا اور ابھرا، تو اس کا لمس اور معاملہ مضبوط ہو گیا[25]. اور اس نے (س م ل) کے مادے کی بھی وضاحت کی کہ چاہے یہ کتنی ہی بار تقلب کرے اور اس کی صوتی ترتیب میں تبدیلی ہو، اس کا جامع معنی اصحاب اور ملائکہ پر مشتمل ہے[26].

اور مادہ (ق و ل) کی تقالیب تیزی اور ہلکے پن کی طرف اشارہ کرتی ہیں[27].

اگرچہ ابن جنی اس نام کے لیے صاحب فضل ہیں، لیکن خلیل اس خیال کے لیے صاحب فضل ہیں جو خلیل بن احمد کی طرف لوٹتا ہے، جنہوں نے عربی زبان کے تمام استعمال شدہ الفاظ کو جمع کرنے کی کوشش کی، لفظ کو ہر ممکنہ احتمال میں تقلب کرتے ہوئے، اور ان تقالیب میں سے استعمال شدہ اور غیر استعمال شدہ کو واضح کرتے ہوئے، اور اسی خیال کی بنیاد پر انہوں نے اپنا لغت (العین) بنایا، اور خلیل نے نہیں دیکھا کہ ثلاثی لفظ کے چھ تقالیب ایک ہی اشتقاق کے باب میں آتے ہیں۔

اور اس ترتیب کی تحریک ان کا احصائی خیال ہے[28]. ابن جنی نے تسلیم کیا کہ یہ قسم کا اشتقاق تمام زبان کے متون پر لاگو کرنا مشکل ہے، اور انہوں نے مسلسل اور احاطہ کرنے کی ناممکنیت کا ذکر کیا، اور کہا: "جان لو کہ ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ یہ تمام زبان میں جاری ہے، جیسے ہم چھوٹے اشتقاق کا دعویٰ نہیں کرتے کہ یہ تمام زبان میں ہے"[29].

اور اگرچہ ابن جنی اس بڑے اشتقاق میں، یا جیسا کہ وہ اسے (بڑا اشتقاق) کہتے ہیں، نرمی سے کام لیتے ہیں اور مبالغہ نہیں کرتے، کچھ لوگوں نے اس میں اور دیگر امور میں ایسی تکلف کی ہے جو ناقابل برداشت ہے، جس کی وجہ سے وہ اصل لفظ کے مفہوم سے باہر نکل گئے اور تعلیل و تفسیر میں بے جا سختی کی۔

ج۔ اشتقاق اکبر:-(یہ لغوی تبدیلی ہے، یعنی تین صوتی گروہوں میں سے ایک کا بعض معانی سے عمومی تعلق ہے جو صرف آوازوں تک محدود نہیں بلکہ ان کی اصل ترتیب پر بھی منحصر ہے، اور جس نوع کے تحت یہ آتے ہیں، تو جب وہ گروہ اپنی اصل ترتیب میں آتے ہیں، تو لازمی طور پر مشترکہ معنوی رشتہ فراہم کرتے ہیں، چاہے وہ اپنی صوتی مخرج کو برقرار رکھیں یا ان میں تمام صفات میں اتحاد ہو)۔[30].

یا یہ: (کہ دو لفظوں کے درمیان مخرج میں ایک تناسب ہو، جیسے نَعَقَ اور نہق، عُنْوان اور عُلْوان)۔[31].

بعض لوگوں نے اس کی تعریف یوں کی ہے کہ (ایک حرف کا دوسرے حرف کی جگہ آنا)۔[32].

صوتی مخرج میں قربت کی مثالوں میں لام اور راء کا تناوب ہے جیسے "ہدیل الحمام" اور "ہدیر" میں، اور قاف اور کاف کا تناوب "قَشَطَ الجِلْدَ" اور "كَشَطَهُ" میں، اور باء اور میم کا تناوب "كبحث الفرس" اور "كمحه" میں۔[33].

اور صفات میں اتفاق کی مثالوں میں سین اور صاد کا تناوب ہے جیسے "صَقَرَ" اور "سَقَرَ"، "سِراط" اور "صِراط"، "وَاسِظ" اور "صَاطِخ"۔

اور ابن جنی جو بڑے اشتقاق کے میدان میں چلے ہیں، جسے انہوں نے بڑا کہا، جیسا کہ ہم نے دیکھا، وہ بڑے اشتقاق کے میدان میں بھی سرگرم ہیں، یعنی لغوی تبدیلی میں، اور ہمیں اس موضوع میں بہت سی مثالیں فراہم کرتے ہیں جسے انہوں نے "الفاظ کے تصاقب کے بارے میں" کے عنوان کے تحت اپنی خصوصیات میں بیان کیا ہے، اور کہتے ہیں "یہ سب کچھ، جبکہ حروف ایک ہیں اور قریب نہیں ہیں،[34] لیکن اس کے پیچھے ایک اور قسم ہے، یعنی حروف کا قریب ہونا معانی کے قریب ہونے کی وجہ سے، اور یہ ایک وسیع باب ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ((الم تر انا ارسلنا الشیاطین علی الکافرین توزھم أزا)) (مریم/ 19) یعنی انہیں پریشان اور بے چین کرنا، تو یہ "ہز" کے معنی میں ہے، اور "ہز" کا مطلب ہے زور دینا، تو لفظوں کا قریب ہونا معانی کے قریب ہونے کی وجہ سے ہے، اور جیسے کہ انہوں نے اس معنی کو ہمزہ کے ساتھ خاص کیا کیونکہ

یہ ہاء سے زیادہ طاقتور ہے، اور یہ معنی ہز سے زیادہ اہم ہے، کیونکہ آپ ہز کر سکتے ہیں جس کا کوئی حال نہیں، جیسے درخت کی جڑ یا تنہ، اور اسی طرح کی چیزیں... وغیرہ۔[35].

اشتقاق کبیر جس پر قائم ہے، اسے مختلف عوامل کی طرف لوٹایا جاسکتا ہے:-

1- **لہجوں کا اختلاف:-** عرب قبائل آوازوں کی ادائیگی میں مختلف ہیں، جبکہ تمیم زیادہ زور دار لہجے کی طرف جھکاؤ رکھتا ہے، قریش نرم اور لطیف لہجے کا انتخاب کرتے ہیں، کیونکہ تمیم بدوی ہے اور قریش شہری۔[36].

2- تصحیف خطا در سماع:-

جہاں شعبہ بن الحجاج نے ایک مجلس میں فرمایا: (آپ لوگ جنت کے پرندے کی جرش سنتے ہیں، شین کے ساتھ، تو الاصمعی، جو اس کی مجلس میں تھا، نے کہا (جرس)۔ تو شعبہ نے کہا: اسے اس سے لے لو، کیونکہ وہ اس میں ہم سے زیادہ جانتا ہے، اور مجھے یقین ہے کہ اگر شعبہ کی فراخ دلی اور الاصمعی کی موجودگی نہ ہوتی تو معاجم میں جرس اور جرش دونوں کا مطلب پرندے کی آواز نہ ہوتا)[37].

3- صوتی ترقی:-

جو ابدال کی موجودگی کے دوسرے عوامل میں شمار کی جاتی ہے، جسے (بڑا اشتقاق) کہا جاتا ہے۔

اور ابدال پر لکھنے والے ابتدائی علماء میں ابو سعید عبد الملک بن قریب الاصمعی شامل ہیں۔

ابدال کسی ایک ناطق سے نہیں نکلتا، اور یہ ابو الطیب لغوی کا نظریہ ہے، جہاں انہوں نے کہا "ابدال کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عرب جان بوجھ کر ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف استعمال کرتے ہیں، بلکہ یہ مختلف زبانیں ہیں جو ایک ہی معنی کے لیے قریب قریب کی دو لفظیں ہیں، یہاں تک کہ وہ صرف ایک حرف میں مختلف ہیں"[38].

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک قبیلہ کبھی بھی ایک لفظ کو کبھی مھموز اور کبھی غیر مھموز نہیں بولتا، نہ کبھی صاد بولتا ہے اور نہ کبھی سین، اسی طرح لام التعریف کا میم میں تبدیل ہونا، اور ہمزہ کا عین میں تبدیل ہونا جیسے کہ وہ کہتے ہیں: ان: عن، عرب اس میں کچھ بھی شریک نہیں ہیں، بلکہ یہ ایک قوم کہتی ہے اور وہ دوسری۔

اور ابدال زبان میں دو قسم کے ہیں:- ابدال لغوی، اور ابدال صرفی

أ- ابدال صرفی: یہ ہے کہ مخصوص حروف کی جگہ دوسری حروف کو رکھنا، تاکہ لفظ کو آسانی سے ادا کیا جا سکے یا کسی لفظ کو اس شکل میں پہنچایا جا سکے جو عام طور پر استعمال ہوتی ہے، جیسے (صام) میں واو کو الف میں تبدیل کرنا کیونکہ اس کا اصل: (صَوَمَ) ہے، اور (اصْطَنَعُ) میں طاء کو تاء میں تبدیل کرنا، اور اس کا اصل اَصْتَنَعَ ہے۔

نحویوں نے اس موضوع پر بہت توجہ دی ہے، اور انہوں نے اس کے حروف کی تعداد میں اختلاف کیا ہے، یہ بارہ حروف ہیں جنہیں آپ کہہ سکتے ہیں، "طال یوم انجدتہ"، اور کچھ نے کہا کہ یہ نو ہیں،
جنہیں آپ کہہ سکتے ہیں(هدأت موطيا)(39)

ب- ابدال لغوی:-

یہ ابدال صرفی سے زیادہ وسیع ہے کیونکہ یہ ایسے حروف کو بھی شامل کرتا ہے جو ابدال صرفی میں شامل نہیں ہیں، اور لغویوں نے اس ابدال کے تصور میں اختلاف کیا ہے، بعض نے اس کا دائرہ وسیع کیا کیونکہ انہوں نے کہا کہ یہ تمام حروف تہجی کو شامل کرتا ہے، جبکہ دوسروں نے اسے تنگ کیا اور شرط رکھی کہ متعاقب حروف کی آوازیں قریب قریب ہونی چاہئیں اور ایک لفظ دوسری کے لیے اصل ہونی چاہیے، نہ کہ دوسری زبان میں (40).

د- **اشتقاق کبار:-** کچھ محققین نے نحت کو اشتقاق سے منسوب کیا اور اسے چوتھا قسم قرار دیا اور اسے بڑا اشتقاق کہا۔
یہ وہ ہے جسے قدیم عربی علماء نے نحت کے نام سے جانا ہے، یعنی ایک لفظ کو دو یا زیادہ الفاظ سے نکالنا جیسے (سبحلَ) کو (سبحان اللہ) سے یا (حَيْعَلَ) کو (حيّ على الفلاح) سے، لفظ اور معنی دونوں میں مناسبت کے ساتھ۔

اور بڑے اشتقاق (نحت) کی اقسام میں شامل ہیں:-

1- **نحت فعلی:-** یہ ہے کہ جملے سے ایک فعل نکالا جائے، جو اس کے نطق کی طرف اشارہ کرتا ہے، یعنی اس معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے جو جملے کی طرف اشارہ کرتا ہے بغیر اس معنی میں تبدیلی کے یا اس کے مضمون کے وقوع کی مانند جیسے (بسمل) جب کہا جائے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
تو بسمل بسم اللہ الرحمن الرحیم کے معنی اور مضمون کی طرف اشارہ کرتا ہے (41).

2- **نحت وصفی:** یہ ایک ایسی اصطلاح ہے جس میں ایک لفظ سے ایسی صفت بنائی جاتی ہے جو اس کے معنی میں یا اس سے زیادہ شدید ہو، جیسے ((ضبطر)) ایک مضبوط آدمی کے لیے جو ضبط اور وضع سے ماخوذ ہے، اور (ضیر) میں سختی اور پختگی کا معنی ہے۔

- **نسبتی نحت:** یہ ایک ایسی اصطلاح ہے جس میں ایک علم سے نحت کیا جاتا ہے جو مضاف اور مضاف الیہ کے مرکب اضافی سے تشکیل پاتا ہے، اس علم کے ساتھ تعلق کو ظاہر کرنے کے لیے، جیسے عبشمی، عبدری، اور تیملی، اور مرقسی جو عبد شمس، عبد الدار، اور عبد القیس، اور تیم اللات، اور امرئ القیس کے ساتھ نسب میں ہیں۔ (42).

4- **نحت اسمی:** یہ ایک ایسی اصطلاح ہے جس میں دو الفاظ سے ایک نام بنایا جاتا ہے: جیسے جلمود جو (جمد) اور (جلد) سے ہے، اور حبقر جو سردی کے لیے ہے، اس کا اصل حب قر ہے۔ (43).

قدیم اور جدید عرب علماء کے نظریات اشتقاق پر

عرب علماء کے نظریات اشتقاق پر

اور اشتقاق کے موضوع پر گفتگو ہمیں اس بات کی طرف لے جاتی ہے کہ علماء کے درمیان زبان کی نوعیت پر اختلاف ہے، کیا اس کا کوئی پیمانہ ہے؟ کیا کچھ الفاظ دوسرے الفاظ سے مشتق ہوتے ہیں؟

اہل زبان کا متفقہ نظریہ ہے- سوائے چند افراد کے- کہ عربی زبان کا ایک پیمانہ ہے، اور عرب کچھ الفاظ کو دوسرے الفاظ سے مشتق کرتے ہیں، جیسے جن کا نام اجتنان سے مشتق ہے، اور جیم اور نون ہمیشہ پردہ داری کی علامت ہیں۔ عرب کہتے ہیں کہ زرہ کو جنت کہتے ہیں، اور یہ جنین ہے یعنی یہ اپنی ماں کے پیٹ میں ہے یا دفن ہے۔

اور انسان ظہور سے ہے، اور وہ کہتے ہیں: انست الشيء: ابصرته، اور اسی طرح عرب کا سارا کلام ہے: یہ علم وہی ہے جو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ جاہل ہے، ہم نے کہا، اور یہ بھی اس بات پر مبنی ہے جو ہم نے توقیف کے بارے میں کہا، کیونکہ ہم نے یہ جانا ہے کہ اجتنان پردہ داری ہے، اسی لیے ہم نے جانا کہ جن اس سے مشتق ہے۔ آج ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ ہم کوئی نئی بات بنائیں یا ان کے کہے کے علاوہ کچھ کہیں، یا کوئی ایسا پیمانہ لگائیں جو انہوں نے نہیں لگایا، کیونکہ اس میں زبان کا فساد اور اس کی حقیقتوں کا بطلان ہے ا(44)، اور اس قول میں عرب کے لیے غلو اور اسراف ہے، علاوہ ازیں اس میں معنوی اشتقاق کے عقیدے میں فساد ہے، کیونکہ اجتنان جن سے لیا گیا ہے، نہ کہ اس کے برعکس۔ (45).

کچھ قدیم علماء اس سے اختلاف کرتے ہیں، اور ان کا خیال ہے کہ عربی زبان میں اشتقاق کے لیے کوئی پیمانہ نہیں ہے، اور عرب کا ہر کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے توقیف ہے، اور کچھ لغویات اس وہم میں پڑ گئے جب انہوں نے کچھ عربی ناموں کی تشریح کرنے کی کوشش کی، ابو عمرو بن العلاء سے گھوڑے کے اشتقاق کے بارے میں پوچھا گیا تو وہ نہیں جانتے تھے، پھر ایک اعرابی محرم گزرا، تو سوال کرنے والا اعرابی سے پوچھنا چاہتا تھا، ابو عمرو نے کہا: مجھے چھوڑ دو، میں اس سے سوال کرنے میں زیادہ نرم ہوں اور جانتا ہوں، تو اس نے اعرابی سے پوچھا، تو اعرابی نے کہا: (نام فعل سے حاصل ہوا ہے، تو جو وہاں موجود تھا وہ نہیں جانتا تھا کہ اعرابی کیا چاہتا تھا، تو انہوں نے ابو عمرو سے اس بارے میں پوچھا، تو انہوں نے کہا: یہ گھوڑے کی خیلاء کی طرف گیا ہے، جو گھوڑے میں ہے اور عجب ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ گھوڑے کی طرح خیلاء سے چلتا ہے اور تکبیر کرتا ہے)۔ (46).

اور اس قول کی بنیاد پر، ابو عمرو بن العلاء، باوجود اس کے کہ ان کا علم وسیع ہے اور ان کی حیثیت بلند ہے، انہوں نے یہ سمجھا کہ گھوڑا خیلاء سے مشتق ہے،"[47]. اور ابن درید نے یہ دعویٰ کیا کہ (فردوس) (فردسہ) سے مشتق ہے، تو انہوں نے کہا: "اور فردسہ: وسعت ہے، اور صدر مفردس: وسیع ہے، اور اسی سے فردوس کا اشتقاق ہے"۔[48].

معتدل لوگوں نے اس غلطی میں پڑنے سے خبردار کیا، ابن السراج اس اختلاف کی صورتوں کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں: "ان میں سے کچھ کہتے ہیں کہ زبان میں اشتقاق بالکل نہیں ہے، اور یہ کم ہیں، اور کچھ کہتے ہیں کہ ہر دو لفظ جو ایک دوسرے سے ملتے ہیں، ان میں سے ایک دوسرے سے مشتق ہے، اور کچھ کہتے ہیں کہ 'کچھ اس میں سے مشتق ہے اور کچھ غیر مشتق'، اور یہی اہل زبان کی اکثریت ہیں۔"[49].

ابن جنی نے اس بات کا اعتراف کیا کہ بڑا اشتقاق زبان کے تمام نصوص پر لاگو کرنا مشکل ہے، اور کہتے ہیں: "جان لو کہ ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ یہ تمام زبان میں جاری ہے، جیسے ہم چھوٹے اشتقاق کے بارے میں نہیں کہتے کہ یہ تمام زبان میں ہے، بلکہ اگر یہ ناممکن اور مشکل ہے، تو اس کا اطلاق اور احاطہ کرنا، ایک اور ہی مشکل اور نایاب چیز ہے۔"

لغویات اور محققین نے ابن جنی کے مکتب فکر کے بارے میں تین مختلف آراء پیش کی ہیں۔

حمزہ بن حسن اصفہانی اپنی کتاب (الموازنۃ) میں کہتے ہیں: "زجاج یہ سمجھتا تھا کہ ہر دو لفظ جو کچھ حروف میں ملتے ہیں، اگرچہ ایک کے حروف دوسرے سے کم ہوں، تو ان میں سے ایک دوسرے سے مشتق ہے، جیسے: 'الرحل' 'الرحیل' سے مشتق ہے، اور 'ثور' اس لیے 'ثور' کہلاتا ہے کہ یہ زمین کو اڑاتا ہے، اور 'ثوب' اس لیے 'ثوب' کہلاتا ہے کہ یہ لباس کے طور پر واپس آتا ہے، جب کہ پہلے عریاں تھا۔"[50].

اسی طرح انہوں نے یہ بھی کہا کہ 'قرنان'[51]. اس لیے 'قرنان' کہلاتا ہے کہ یہ اپنی بیوی کی بے راہ روی کو سہنے والا ہے، جیسے 'ثور قرنان' یعنی اپنے سینگوں کے کام کو سہنے والا۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: (وما کنا لہ مقرنین) (الزخرف/13) یعنی 'مُطیقین'۔[52].

ان مبالغوں نے سیوطی کو اس اشتقاق کے بارے میں یہ کہنے پر مجبور کیا کہ "یہ زبان میں پیچیدہ نہیں ہے، اور عربی زبان کے اشتقاق کو اس سے استنباط کرنا درست نہیں ہے۔"[53]

سیوطی نے[54]. ابن جنی کو یہ کہا کہ وہ اس اشتقاق میں اپنی وسعت کے ذریعے اپنی قوت کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں اور مختلفات کو ایک مشترک قدر میں واپس لانا چاہتے ہیں، اور سیوطی "[55]. نے اس بات کی تردید نہیں کی

کہ ایک مشترک معنی ہے جو ان تقالیب کو واضح کرتا ہے (لیکن اس کا تجزیہ تمام ترتیبوں میں ایک خیالی مرغ کی طلب کرتا ہے)۔ [56].

صبحی صالح نے ایک درمیانی موقف اختیار کیا، وہ دیکھتے ہیں کہ ابن جنی کی (. ان تقالیب کی صورتیں "دور کی تکلف سے خالی نہیں ہیں، اور وہ اس جادوئی رشتہ کی تلاش میں ہیں جو ان تالیفات کو ایک اصل کی طرف لوٹائے، لیکن ابن جنی کی طرف سے پایا جانے والا رشتہ نہ صرف عام نہیں ہے بلکہ انتہائی عام ہے اور اس کی شدت نے اسے ابہام اور گمبھیر تائی کی حد تک پہنچا دیا ہے۔". [(57)]

ڈاکٹر ابراہیم انیس نے کہا: "اور اگرچہ ابن جنی نے مشقت اور مشکل کے ساتھ ہمیں یہ پیش کیا کہ وہ جو دعویٰ کرتا ہے، اس کے لیے زبان کے تمام مواد میں سے مواد تیار کرتا ہے، جو کہا جاتا ہے کہ ابن درید کی زبان میں چالیس ہزار تک پہنچتی ہے اور معجم لسان العرب میں یہ تقریباً اسی ہزار تک پہنچتی ہے، تو اس کم مقدار کو ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں ہے جسے بڑے اشتقاق کہا جاتا ہے۔" [58].

ابن جنی نے اس کو قابل قبول اور معتدل قرار دیا، جب اس نے مواد کی تبدیلی کو ایک ثلاثی اصل کی طرف لوٹانے کی کوشش کی، جو اس مواد کے عمومی معنی کو رکھتا ہے، اگرچہ یہ کچھ جدید محدثین کے دو اصل نظریے کی طرف اشارہ کرتا ہے، اور اس کا عمومی معنی دو اصلوں سے منسلک ہے، اور اس دوگانگی کے علمبرداروں میں جدید دور میں اب انستاس ماری کرملی شامل ہیں، جنہوں نے 1881 میں عربی میں اس خیال کو اپنایا، اور اس کا دفاع کرتے رہے اور اسے مجالس اور کلبوں میں بار بار پیش کرتے رہے، اور اس پر ایک کتاب لکھی جس کا عنوان ہے (نشوء اللغة ونموها واكتمالها) اور اس کے آغاز میں کہا: "بعض قدیم عرب کے حذاق نے اس رائے کو جانا اور اس کی طرف مائل ہوئے۔"

اور ان میں سے ایک جنہوں نے اس پر اصرار کیا اور اپنے شعر کے قید سے نہیں ہٹے: اصفہانی، جو کتاب "غریب القرآن" کے صاحب ہیں، انہوں نے اپنے عظیم لغت کو اس بنیاد پر ترتیب دیا کہ مضاعف کو ایک ہی ہجاء سمجھا جائے، اور انہوں نے اپنے آخری حرف کی تکرار کی پرواہ نہیں کی، ان کے نزدیک یہ تخیل کا وضع ہے، نہ کہ علم یا تحقیق کا، یعنی اگر وہ "مَدَّ يَمُدُّ مَداً" کا ذکر کرنا چاہیں تو وہ اسے اس طرح پیش کرتے ہیں جیسے یہ "مْدْ" کی ایک ترکیب ہو، یعنی میم اور ساکن دال، اور وہ کبھی بھی اس بات کی طرف توجہ نہیں دیتے کہ یہ تین حروف پر مشتمل ہے، یعنی "مْدْ دَ" جیسا کہ دوسرے لغوی کرتے ہیں، اور اسی وجہ سے وہ "مد" کو "مَدَحَ" سے

پہلے ذکر کرتے ہیں، اور اس کو اس پر مقدم نہیں کرتے، جیسا کہ ہم لغت کی معاجم میں دیکھتے ہیں، جیسے کہ القاموس، لسان العرب، تاج العروس، وغیرہ۔[59].

اور کرملی نے زبان کے بہت سے مواد کا تجزیہ کیا، تو انہوں نے دعویٰ کیا کہ یہ دو بنیادیات پر مشتمل ہیں، جو دو سے زیادہ نہیں ہیں، صرف دوگنا مواد (جو اس کے آغاز میں اضافہ ہے)[60] یا اس میں حشو (جو اس کے وسط میں اضافہ ہے) یا اس میں کسع یا تذلیل (جو اس کے آخر میں اضافہ ہے)۔[61].

ان کے نزدیک "ثرم، حرم، جرم، شرم، صرم، عرم، عزم" سب دو بنیادیات پر مشتمل ہیں، یعنی راء اور میم ایک دوسرے حرف کے ساتھ، اور یہ سب "کٹنے" کا مفہوم رکھتے ہیں۔

اور انہوں نے اس خیال میں مبالغہ کیا، تو دعویٰ کیا کہ غیر ملکی زبانوں کی بنیادیات عربی میں موجود ہیں، مثلاً انگریزی میں "buy" کا مطلب "باع" ہے اور "then" کا مطلب عربی میں "إذن" ہے، تو یہ ایک طرح سے غیر ملکی زبانوں کو عربی میں واپس لانے میں اسراف ہے۔ اور نہ ہی والد مرمرجی الدومنکی کی حماست، انستاس الکرملی سے کم تھی، جو اپنے کتاب (المعجمية العربية في ضوء الثنائية الالستية السامية) میں مذہب کا دفاع کرتے ہیں، جس میں وہ کہتے ہیں: "حرف زیدَ کو ثنائی اصل پر مکمل کیا گیا ہے، اور یہ لسانی ترقی کے قانون کے تحت چلتا ہے، تاج گذاری یا داخل کرنے یا حاشیہ لگانے کے ساتھ، جبکہ ثنائی اور ثلاثی کے درمیان معنوی رشتہ برقرار رہتا ہے، جیسے کہ ثلاثی اور رباعی کے درمیان، اور اس سے زیادہ کی اضافتوں کے درمیان بھی۔" اور عربی زبان کے لغویوں نے یہ سمجھا کہ تبدیلی کا امکان موجود ہے، جیسے کہ انہوں نے دل کی تبدیلی کا امکان بھی تصور کیا، اور وہ یہ ثابت کرنے نکلے کہ "عرب کی سنتوں میں حروف کی تبدیلی اور بعض کو بعض کی جگہ قائم کرنا شامل ہے، اور وہ کہتے ہیں: اس نے تعریف کی اور اس نے تعریف کی، اور گھوڑا اور رَفَن، اور یہ بہت مشہور ہے، جس پر علماء نے تصنیف کی ہے۔"[62].

قدیم لوگوں نے دونوں صورتوں کے درمیان رشتہ قائم کیا جب انہیں لگا کہ وہ قریب معنوں میں مشترک ہیں، حالانکہ اس قربت میں سے بہت کچھ کبھی مترادف ہوتا ہے، کبھی اشتراک۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ابن سکیٹ نے مثلاً ((القلب والابدال)) میں تین سو الفاظ کی فہرست میں صرف چند ایک کو ذکر کیا ہے جو ظاہری طور پر تبدیلی کی وضاحت کر سکتے ہیں۔

جدید لوگوں کا بڑا نظریہ اشتقاق میں جرات مند ہے، جس کے تحت وہ زیادہ تر تبدیلی کی صورتوں کو صوتی ترقی کی ایک قسم میں واپس کرتے ہیں، جو کبھی کبھار لہجوں کے اختلاف میں شامل ہوتی ہے۔

ڈاکٹر ابراہیم انیس نے کہا: "جب ہم ان الفاظ کا جائزہ لیتے ہیں جنہیں کبھی تبدیلی کے طور پر، یا کبھی لہجوں کی اصل کے طور پر بیان کیا گیا ہے، تو ہمیں ایک لمحے کے لیے بھی شک نہیں ہوتا کہ یہ سب صوتی ترقی کا نتیجہ ہیں، یعنی جب ہم ایک ہی معنی کی لفظ کو دیکھتے ہیں تو اگر ہمیں لغات میں دو صورتیں یا دو لہجے ملتے ہیں، اور دونوں صورتوں کے درمیان فرق صرف ایک حرف کا ہو، تو ہم اسے اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ ایک صورت اصل ہے اور دوسری اس کی شاخ یا اس سے ترقی یافتہ ہے۔"[63].

تاہم ہر صورت میں یہ ضروری ہے کہ ہم مبدل اور مبدل منہ کے درمیان صوتی تعلق کو مد نظر رکھیں۔"[64].

اور محدثین کا نظریہ - اپنی جرات کے باوجود - ایک بہتر سمت کی طرف ہے، اور اس کا نتیجہ ان قدیم لوگوں کے نظریے سے بہتر ہے جو عربوں کے ابدال کی کثرت کو ایک عادت یا رسم سمجھتے تھے، جیسے کہ ان کے لیے مختلف لہجوں کی مساوات تھی، ایک کو دوسرے کی جگہ رکھنا اور یہ ابدال ان کے لیے ایک قسم کی دلچسپی اور مہارت کے طور پر شمار ہوتا تھا۔

محدثین کے درمیان اس بات پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اشتقاق عربی زبان کی ترقی اور اس کے جدید تہذیب اور زندگی کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کے لیے ایک بہت اہم وسیلہ ہے، ڈاکٹر علی عبد الواحد ایک مثال دیتے ہیں [عام اشتقاق] کی: عَلِمَ، إعْلَم، تَعَلّم، أَعْلَمي، عِلمْ،..... اور انہوں نے اس کی تعریف یوں کی ہے: "عربی زبان میں ہر ثلاثی اصل کا ایک عام معنی سے تعلق ہوتا ہے، جس کے لیے یہ معنی (علم) کی صورت میں حقیقت پذیر ہوتا ہے، یعنی کسی چیز کا ادراک، اس کا ظہور اور وضاحت، ہر اس لفظ میں جہاں یہ تینوں آوازیں اصل کے مطابق ترتیب میں موجود ہوں، جو (ع ل م) ہے۔ اور کہا (اور اس رشتہ پر عربی زبان کا بڑا حصہ قائم ہے)"۔

جدید دور میں ترجمہ کے عروج کے وقت، عربی میں اشتقاق کے طریقوں پر توجہ دینا علمی اصطلاحات کے ترجمے میں سب سے اہم عنصر تھا۔

آج ہم ایک مسلسل اور بڑھتی ہوئی لسانی ترقی دیکھتے ہیں جو عربی لسانی اداروں کی سرگرمیوں میں ظاہر ہوتی ہے، جیسے کہ قاہرہ میں عربی زبان کا ادارہ، عراقی علمی ادارہ، اور شامی ادارہ، اور ان شعبوں اور علمی کتابوں میں جو عربوں کی سرزمین پر شائع ہوتی ہیں، اشتقاق کو اس کی حیثیت ملی ہے جو ہمارے موجودہ دور میں حاصل ہونی چاہیے، خاص طور پر کہ ہم آج ایک واضح علمی تحریک اور عربی ترجمہ شدہ کتابوں اور تحقیق کا سیلاب دیکھ رہے ہیں، اور اس ادارے نے ایک علمی منصوبہ بنایا ہے جسے اس کی اصطلاحات یا علمی اصطلاحات کے وضع کرنے میں بنیاد بنایا ہے، یہ اس کا متن ہے۔

1- اور کمیٹی نے درج ذیل مواد کو قواعد اور اصول قرار دیا ہے جن کی پیروی وہ علمی اصطلاحات اور لسانی الفاظ کی وضاحت اور تصدیق میں کرتی ہے۔[65]

اشتقاق کے فوائد

اشتقاق کی زبانِ عربی میں بہت بڑی اہمیت ہے، یہاں تک کہ بعض لوگوں نے اس کے سیکھنے کو علم نحو پر مقدم قرار دیا ہے۔ علم تصریف دراصل اشتقاق کی ایک قسم ہے، بلکہ یہ اس کی سب سے اہم اور زیادہ استعمال ہونے والی شکل ہے۔ ابن جنی کہتے ہیں: "تصریف دراصل الفاظ کی ثابت حالتوں کو جاننے کے لیے ہے، اور نحو ان کی متغیر حالتوں کو جاننے کے لیے ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب تم کہتے ہو 'قام بَكْرٌ'، 'رأيت بكراً'، اور 'مررت ببكر'، تو تم صرف اعراب کے حروف کی حرکات میں فرق کرتے ہو، جو کہ عامل کی تبدیلی کی وجہ سے ہے، اور باقی کلمے کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ اگر ایسا ہے تو جو شخص نحو کو جاننا چاہتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ پہلے تصریف کو جان لے، کیونکہ کسی چیز کی ثابت حالت کو جاننا اس کی متغیر حالت کو جاننے کی بنیاد ہونی چاہیے۔ مگر یہ علم چونکہ مشکل اور پیچیدہ ہے، اس لیے پہلے نحو کو سیکھا جاتا ہے، پھر اس کے بعد تصریف کو، تاکہ نحو کی مشق اس میں داخل ہونے کے لیے راہ ہموار کرے، اور اس کے مقاصد اور معانی کو جاننے میں مدد دے۔"[66]

ابن السراج نے اشتقاق کا مقصد بیان کرتے ہوئے کہا:[67] "اس کے ذریعے گفتگو میں وسعت آتی ہے، خطبوں میں قافیہ اور سجع پر قابو پایا جاتا ہے، اور باریک معانی میں تصرف کیا جاتا ہے۔ اگرچہ کچھ اس کا اظہار ہو چکا ہے، اگر مصادر جمیع رہیں تو اشتقاق ہر گفتگو میں بلند ہو جاتا ہے، اور کسی بھی زبان میں موصوف کے لیے صفت یا فاعل کے لیے فعل نہیں پایا جاتا، جیسی کہ ان تصاریف اور ان کی کثرت میں ہے۔" ابن السراج ایک اور جگہ پر اشتقاق کے فوائد کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: "شاید پوری دنیا کے عالم اسے سنیں تاکہ وہ اس کی بناوٹ اور شکل کو جان سکیں۔

1- اشتقاق زبان میں ایک مطلق پیمانہ ہے، معانی کے ناموں کے لیے جو اپنی معانی میں تبدیلی کے لیے معرض خطر ہوتے ہیں اور جمود میں ضرورت کے احساس کے مطابق مفید ہوتے ہیں۔

2- زبان میں جدید الفاظ کا وضع یا تو اشتقاق کے طریقے پر ہوتا ہے یا تعریب کے طریقے پر، اور دونوں کو ملا کر استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور ضرورت پڑنے پر نحت کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

2- جدید لفظ کے وضع میں صرف اشتقاق کی طرف نہیں جایا جاتا جب تک کہ زبان میں اس کا کوئی متبادل نہ ملے، جبکہ تعریب کی صورت میں ایک غیر عربی لفظ کا تعریب اس کے عربی میں موجود نام کے ساتھ جائز ہے، جیسا کہ زیادہ تر موجود معربات کا معاملہ ہے۔

اس کے لیے ایک مخرج تلاش کریں، اور اکثر اوقات وہ کامیاب ہوتے ہیں، اور یہی حال دوسرے علماء کا بھی ہے جو اشعار اور عربوں کی گفتگو کی تشریح کرتے ہیں۔"(68).

لغت کے میدان میں اشتقاق کئے فوائد:

1- اگر ہم اشتقاق پر غور کریں تو یہ دیکھیں گے کہ یہ لفظ کی تخلیق پر مبنی ہے، یعنی ایک لفظ سے دوسرے لفظ کی تخلیق، اور یہ تخلیق زبان کی دولت میں اضافہ کرتی ہے۔ لہذا، اشتقاق زبان کی ترقی اور اس کی لغوی دولت میں اضافے کا ایک اہم عامل ہے۔

2- اشتقاق ہمیں نئے معانی کے لیے بہت سی ناموں کی تشریح فراہم کرتا ہے، جو وقتاً فوقتاً زندگی کے میدان میں آنے والی تبدیلیوں کے مطابق ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر عبد الحسین المبارک کہتے ہیں: "اسی لیے عربی زبان میں اشتقاق نئے الفاظ کی تخلیق کا ایک شاندار ذریعہ ہے تاکہ نئے معانی کی نشاندہی کی جا سکے، اور عربی زبان میں نئے الفاظ کی راہیں کبھی بند نہیں ہوئیں۔ اسلامی دور کے آغاز میں، اور بعد کے عصور میں، اور جدید دور میں بہت سے نئے الفاظ سامنے آئے ہیں جو نئے معانی کی وضاحت کرتے ہیں، جیسے 'جھاد'، 'زکات'، 'عامل'، 'عرض' جو 'جوہر' کے مقابلے میں ہے، 'تألیف'، 'تصعید'، 'تجریع'، 'تعدیل'، 'شعوبیة'، 'تصدیر'، 'اذاعة'، اور 'اشتراکیة'۔(69)."

3- اشتقاق ہمیں جزئیات اور کلیات کے درمیان رشتہ کو ظاہر کرتا ہے، یا جزئی معانی اور کلی معانی کے درمیان، اور یہ زبان کے حاملین پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ یہ د. عبد الحسین المبارک کہتے ہیں: ((اور اگر عربی زبان میں اشتقاق منطقی ہونے کی ایک علامت ہے اور یہ طبیعیات کے ساتھ اس کی ہم آہنگی کا مظہر ہے کہ جزئیات کو کلیات کی طرف لوٹایا جائے اور بکھرے ہوئے اجزاء کو جامع معنی سے جوڑا جائے، تو اس میں عربی زبان کی ربط اور درجہ بندی کی صلاحیت نمایاں ہوتی ہے، چاہے وہ الفاظ میں ہو یا معانی میں، اور اس سے اس کے حاملین کی عقل پر منطقی سائنسی طرز کا اثر پڑتا ہے، اور اگر آپ چاہیں تو اس کو الٹ کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ خاصیت عربی عقل کی منطقی سائنسی سوچ کی ایک گونج ہے))(70).

4- اشتقاق ہمارے وقت میں اس اصل پر مبنی ہے جس سے الفاظ کی شاخیں نکلی ہیں یا دوسرے الفاظ میں، جس سے الفاظ پیدا ہوئے ہیں، مثلاً (الرحمن) (رحم) سے مشتق ہے اور اسی طرح (الرحیم) بھی رحم سے مشتق ہے۔

اور اسم (وسم) یا(سمو) سے مشتق ہے، اسی طرح (شیطان)(شطن) یا(شیط) سے، اور (انسان)(انس) سے۔

اس طرح ہم زبان کو سمجھ سکتے ہیں، اس کے رازوں پر پہنچ سکتے ہیں، اور اس کی گہرائیوں کو جان سکتے ہیں۔ اس بارے میں ڈاکٹر محمد المبارک کہتے ہیں: "اور اشتقاق ہمیں الفاظ کی جڑوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے، یہ ہمیں کلمے کو اس کی بہنوں اور اس گروہ کے افراد سے جو اس سے منسلک ہیں، جوڑنے کی اجازت دیتا ہے، اور یہ اس کے معنی کو ثابت یا واضح کرتا ہے۔ مثلاً کلمہ (سماء)(س م و) سے ہے اور (شتی) جمع (شتیت)(ش ت ت) سے ہے، اور (کفایت) کا مطلب مساوات ہے، یہ (ک ف ا) سے ہے اور اس میں (کفء) اور (اکفاء) یعنی متعادل لوگ شامل ہیں، اور (مکافأت)۔ تو اشتقاق زبان کو اچھی طرح سمجھنے اور اس میں فقہ حاصل کرنے کا راستہ ہے، اس کے رازوں کو جاننے کا اور اس کی خاص دنیا میں داخل ہونے کا، کیونکہ یہ الفاظ کو جوڑتا ہے اور ان کے معانی کو آپس میں ملاتا ہے، اس لیے (رب و) کی مادہ جاننے سے ہمیں (ربا اور ربوۃ) کے حقیقی معانی کا علم ہوتا ہے اور یہ (رب ب) کے مادہ سے جڑے ہوئے ہیں، جن میں سب میں اضافہ اور نشو ونما کا معنی ہے، تو اشتقاق ہمیں زبان کی گہرائیوں میں لے جاتا ہے اور ہمیں ان معانی کے آپس میں تعلق کا احساس دلاتا ہے، اور مشابہ صورتوں اور معانی کو جمع کرتا ہے اور ایک دوسرے کی وضاحت کرتا ہے، اور واضح اور غامض میں اشارہ کرتا ہے، اور معنوی حس کو بھی بیان کرتا ہے۔[71].

5- اشتقاق ہمیں زبان میں اصلی اور غیر اصلی کی پہچان کراتا ہے، تو عربی میں غیر اصلی لفظ اکثر ان گروہوں سے الگ رہتا ہے، اس کے لیے کوئی لفظی جڑ نہیں ملتی جو اس کی اصل کو ظاہر کرے، جیسے (صراط)، (فردوس)، اور (کوب)، عربی میں (ص ر ط) یا(ف ر د س) یا(ک و ب) کی کوئی مادہ نہیں ہے، تاکہ ہم یہ سمجھیں کہ یہ الفاظ عربی اصل ہیں، اسی طرح (سبرق) کی مادہ بھی، یہاں تک کہ ہم (سرادق) کو اس سے مشتق سمجھیں، اور نہ ہی (سیرف) کی مادہ ہے، تاکہ ہم (استبرق) کو اس سے نکلا ہوا سمجھیں، اور نہ ہی (سندس) کی مادہ ہے، تاکہ ہم (سندس) کو اس پر قیاس کریں، بلکہ (سرادق) فارسی معرب (سرادار) ہے، جو کہ دالان ہے، اور (استبرق) موٹا دیباج ہے، جو کہ عجم کی زبان میں (استغرہ) ہے، اور اس بات کی تصدیق ابو عبید، ابو حاتم اور دیگر لوگوں نے کی ہے۔ اور اسی طرح (سندس) بھی ہے، یہ نرم دیباج ہے اور اہل زبان میں اس پر اختلاف نہیں ہے کہ یہ معرب ہے، بلکہ انہوں نے اس زبان میں اختلاف کیا ہے جس میں یہ معرب ہوا، کیا یہ فارسی ہے جیسا کہ الثعالبی نے کہا، یا ہندی جیسا کہ شبذلہ نے کہا۔ اور بعض لغویات نے اشتقاق کو اصلی اور غیر اصلی کے درمیان تمیز کرنے کا ذریعہ استعمال کرنے سے انکار کیا، انہوں نے اس شاندار ذریعہ کو معطل کر دیا، اور اس کو ختم کر دیا، کیونکہ وہ ہر غیر عربی لفظ کو عربی سمجھتے ہیں جب تک

کہ قرآن اس میں نازل ہوا ہو، اور یہ کوششیں قرآن سے دور ہیں، جس نے بہت سے الفاظ کی عجمی کو اپنے اندر شامل کر کے ختم کر دیا ہے[(72)].

اور اشتقاق کے فوائد میں یہ بھی شامل ہے کہ یہ ہمیں جزئیات اور کلیات یا عمومی معانی اور جزوی معانی کے درمیان تعلق کو ظاہر کرتا ہے، نیز زبان کی بہتر تفہیم اور اس کے رازوں تک رسائی، اور الفاظ کی جڑوں کی شناخت میں مدد دیتا ہے، جس سے ہم ایک لفظ کو اس کی ہمشیرہ الفاظ اور ان گروہوں کے افراد سے جوڑ سکتے ہیں جن سے وہ تعلق رکھتا ہے، یہ اس کے معنی کو ثابت یا واضح کرتا ہے۔ یہ ہمیں زبان میں اصلی اور غیر اصلی الفاظ کی پہچان بھی کراتا ہے، اور ہمیں ان الفاظ کی جڑوں سے آگاہ کرتا ہے جن سے الفاظ نکلے ہیں، اور ہمیں زندگی کے متغیر میدان میں وقتاً فوقتاً آنے والی نئی اصطلاحات کے لئے نئے معانی فراہم کرتا ہے۔

خلاصہ بحث

تحقیق لکھنے کے بعد ہم کئی نتائج پر پہنچے ہیں جنہیں ہم یوں مختصر کرتے ہیں:-

1- اشتقاق عربی زبان کی ایک خصوصیت ہے اور یہ اس کی ترقی کا ایک ذریعہ بھی ہے، ہم اس کے بغیر اپنی تحقیقات اور تصانیف میں نہیں چل سکتے، اور جو بے شمار عربی الفاظ ہمیں ملتے ہیں، انہیں اشتقاق کی طرف لوٹایا جا سکتا ہے، یہ ایک لفظ سے دوسرے لفظ یا شکل کا استخراج کرنے کا عمل ہے۔

2- اشتقاق زبان میں ایک وسیع موضوع ہے جس نے قدیم اور جدید مؤلفین میں بڑی اہمیت حاصل کی ہے، تقریباً ہر کتاب میں اس کا ذکر ملتا ہے۔

3- علماء تقریباً اس بات پر متفق ہیں کہ عربی میں اشتقاق واقع ہے اور یہ اس میں کثرت سے پایا جاتا ہے، اور اس کی نشأۃ زبان کے متن کا ایک بڑا حصہ ہے۔

4- اشتقاق کی اقسام ہیں، جن میں ایک اشتقاق صغیر ہے جو دو الفاظ کے درمیان حرفوں اور ترکیب میں تناسب رکھتا ہے، جیسے الضَّارب سے الضَّرب، اور اشتقاق کبیر بھی ہے جو دو الفاظ کے درمیان ہوتا ہے اور اس میں لفظ اور معنی میں تناسب ہوتا ہے بغیر ترتیب کے، جیسے جبذ سے الجذب، اور وہاں اشتقاق کبیر بھی ہے جو دو الفاظ کے درمیان ہوتا ہے اور اس میں خروج میں تناسب ہوتا ہے، جیسے نعق، نہق، ہمس، ہمش۔

5- کچھ محققین نحت کو اشتقاق سے منسوب کرتے ہیں اور اسے "اشتقاق کبّار" کہتے ہیں، جو ایک یا زیادہ الفاظ سے ایک لفظ لینے کا عمل ہے، جبکہ لفظ اور معنی دونوں میں تناسب ہو۔

6- کچھ کم تعداد میں محققین اشتقاق کے تمام اقسام کے وقوع کو انکار کرتے ہیں اور ان کا یہ کہنا ہے کہ "تمام کلمات اصل ہیں"، جبکہ کچھ متاخرین لغویات میں کہتے ہیں: "تمام کلمات مشتق ہیں"۔ تاہم، صحیح علمی رائے یہ ہے کہ زیادہ تر مؤلفین لغویات کی رائے ہے کہ کچھ کلمات مشتق ہیں اور کچھ غیر مشتق، اور یہی رائے محقق کی بھی ہے جو ان کے ساتھ متفق ہے۔

7- اشتقاق پر بہت سے قدیم علماء جیسے ابن جنی، الاصمعی، السیوطی، الجرجانی، ابن فارس وغیرہ اور جدید علماء جیسے د. حاتم الضامن، د. رمضان عبد التواب، د. کاصد الزیدی، د. عبد الحسین المبارک وغیرہ نے بہت کچھ لکھا ہے۔

حوالہ جات

(1) لسان العرب، مادة (ش ق ق): 1/ 221.

(2) فقه اللغة: 78، من قضايا فقه اللغة: 103.

(3) دراسات في فقه اللغة، 174، المعجم المفصل في علوم اللغة، 1/ 92، فقه اللغة، 78، فقه اللغة (مناهله ومسائله)، 275.

(4) فقه اللغة111، فقه اللغة، 78.

(5) فقه اللغة: 78، 103

(6) لسان العرب، 1/ 186.

(7) فقه اللغة: 78، فقه اللغة: 111، التعريفات: 22، الصاحبي في فقه اللغة: 35.

(8) فصول في فقه اللغة: 290.

(9) المصدر السابق/ 290.

(10) ينظر مقاييس اللغة، 39.

(11) ينظر: فقه اللغة: 78، 112، 257.

(12) الخصائص: 2/ 135- 136.

(13) مباحث في فقه اللغة العربية: 85، فقه اللغة: 115، فصول في فقه العربية: 290-291، المزهر: 1/ 346، فقه اللغة: 257، من قضايا فقه اللغة: 107.

(14) ينظر: فصول في فقه العربية: 290، مباحث في فقه اللغة العربية: 85-86، فقه اللغة: 275، من قضايا فقه اللغة: 107.

(15) ينظر فصول في فقه العربية،، مباحث في فقه اللغة العربية: 85، دراسات في فقه اللغة: 174-175.

(16) فصول في فقه العربية: 293.

(17) ينظر ابحاث ونصوص في فقه اللغة العربية: 27.

([18]) الخصائص، 47.

([19]) الخصائص، 2، 133: مباحث في فقه اللغة العربية: 88، فقه اللغة:111.

([20]) دراسات في فقه اللغة: 186، فقه اللغة: 82، فقه اللغة: 263، الخصائص: 2، 136.

([21]) ابحاث ونصوص في فقه اللغة العربية، 270، فقه اللغة، 116، فقه اللغة وسر العربية، 564.

([22]) فقه اللغة، 263، من قضايا فقه اللغة، 111

([23]) فقه اللغة: 82، الخصائص: 2/ 139.

([24]) ينظر الخصائص: 2/ 135، فقه اللغة: 82، دراسات في فقه اللغة،: 186، دراسات في اللغة: فقه اللغة: 117، فصول في فقه العربية: 297، فقه اللغة: 263.

([25]) ينظر: الخصائص: 2/ 140.

([26]) الخصائص، 2/139، وينظر: فصول في فقه العربية: 297، دراسات في فقه اللغة: 186، فقه اللغة، 82.

([27]) ينظر: فقه اللغة، 82، دراسات في فقه اللغة، 186، الخصائص، 2، 135، فصول في فقه العربية، 197.

([28]) ينظر: مباحث في فقه اللغة العربية: 88، فقه اللغة: 117، ابحاث ونصوص في فقه اللغة العربية: 271.

([29]) ينظر: الخصائص: 2/ 140.

([30]) فقه اللغة، 117، دراسات في فقه اللغة: 195، مباحث في فقه اللغة العربية: 90، المعجم المفصل في علوم اللغة: ج1، 63.

([31]) التعريفات، 220.

([32]) فقه اللغة وسر العربية، 564.

([33]) ينظر: مباحث في فقه اللغة العربية،، 91.

([34])الخصائص: 2/ 147.

([35]) المصدر السابق: 2/ 148.

([36]) ينظر: المزهر، 1/ 460، شفقه اللغة، 118.

([37]) ينظر: المزهر، 1/ 354.

([38]) المزهر، 1/ 460، فقه اللغة، 273

([39]) ينظر: المزهر، 10/ 460، مباحث في فقه اللغة العربية، 92، من قضايا فقه اللغة، 111- 112، فقه اللغة، 271.

([40]) ينظر مباحث في فقه اللغة العربية: 92، فقه اللغة: 271.

([41]) ينظر فقه اللغة: 279، ابحاث ونصوص في فقه اللغة العربية: 272.

([42]) ينظر فقه اللغة: 279، فقه اللغة وسر العربية: 578.

([43]) ينظر: المصدران السابقان: 578.

([44]) ينظر المزهر، 1/ 346، 35-36، مباحث في فقه اللغة العربية، 86.

([45]) ينظر المباحث اللغوية في العراق، 13-14.

[46] المزهر: 1/ 353، فصول في فقه اللغة: 293.

[47] الاشتقاق: 179.

[48] دراسات في فقه اللغة: 179.

[49] فقه اللغة: 114.

[50] ينظر مباحث في فقه اللغة العربية: م86، فقه اللغة:79.

[51] ينظر: فقه اللغة:79؛ ينظر: مباحث في فقه اللغة العربية: 86.

[52] الخصائص: 2/ 140، فصول في فقه اللغة العربية:297، دراسات في فقه اللغة: 188، رواية اللغة: 302.

[53] فقه اللغة:79.

[54] الخصائص: 2/ 140، فصول في فقه اللغة العربية:297، دراسات في فقه اللغة: 188، رواية اللغة: 302.

[55] فصول في فقه العربية: 298، فقه اللغة: 83، المزهر: 1/ 347.

[56] المزهر، 1/ 347. وينظر: فصول في فقه العربية: 298.

[57] فقه اللغة: 83، دراسات في فقه اللغة: 195.

[58] فصول في فقه اللغة العربية: 298.

[59] فصول في فقه اللغة العربية: 298- 299، وينظر: المباحث اللغوية في القرآن: 76.

[60] فصول في فقه اللغة العربية: 300، فقه اللغة: 268.

[61] فصول في فقه اللغة:300، وينظر: فقه اللغة: 268، وينظر: الصاحبي/ 173.

[62] فقه اللغة: 276.

[63] فقه اللغة: 276.

[64] فقه اللغة: 276.

[65] المباحث اللغوية في العراق/ 307.

[66] الخصائص: 2/ 489-490.

[67] الاشتقاق: 40.

[68] المصدر نفسه:45.

[69] فقه اللغة: 55.

[70] فقه اللغة: 258.

[71] ينظر: من قضايا فقه اللغة: 132-133، فقه اللغة وخصائص العربية: 71.

[72] ينظر دراسات في فقه اللغة: 177- 178، من قضايا فقه اللغة: 133.

مصادر و مراجع

1- أبحاث ونصوص في فقه اللغة العربية/ د. رشيد عبد الرحمن العبيدي: د.ت: مديرية دار الكتب للطباعة والنشر، بغداد كلية التربية، جامعة بغداد.

2- الاشتقاق/ لأبي بكر محمد بن الحسن بن دريد: د.ت: مكتبة الخانجي بمصر، تحقيق: عبد السلام محمد هارون.

3- التطور اللغوي مظاهرة وعلله وقوانينه/ د. رمضان عبد التواب د. ت: مكتبة الخانجي، القاهرة، ط3، 1997م.

4- التعريفات/ السيد الشريف ابي الحسن علي بن محمد بن علي الحسيني الجرجاني الحنفي: ت816هـ، تحقيق: محمد باسل عيون السود، منشورات علي بيضون لنشر الكتب، دار الكتب العلمية للطباعة والنشر، بيروت- لبنان.

5- تراث معاني القران في العربية/ د. منير جمعه احمد، د.ت، بلنسبة للنشر والتوزيع، 2008م.

6- الخصائص/ ابي الفتح عثمان بن جني: ت392، تحقيق، د. عبد الحميد هنداوي، ج1، منشورات محمد علي بيضون، دار الكتب العلمية للطباعة والنشر، بيروت-لبنان.

7- دراسات في فقه اللغة/ د. صبحي الصالح: د.ت، دار العلم للملايين، بيروت، ط3، 1968.م.

8- رواية اللغة:/ د. عبد الحميد الشلقاني: د.ت: مكتبة الاسكندرية، دار المعارف، بمصر.

9- الصاحبي في فقه اللغة العربية (مسائل وسنن العرب في كلاهما)/ ابي الحسين احمد بن فارس بن زكريا: ت 395هـ، تحقيق: احمد حسن: بسبع منشورات، محمد علي بيضون، دار الكتب العلمية، بيروت- لبنان، 1998م.

10- فصول في فقه اللغة العربية/ د. رمضان عبد التواب، د.ت: مكتبة الخانجي، القاهرة، ط3، 1987م.

11- فقه اللغة/ د. حاتم الضامن: د.ت، رئيس قسم اللغة العربية، كلية الاداب، جامعة بغداد.

12- فقه اللغة/ د. عبد الحسين المبارك، المطبعة جامعة البصرة في المكتبة الوطنية، بغداد، 1986م.

13- فقه اللغة العربية/ د.كاصد ياسر الزيدي: د.ت، المكتبة الوطنية، بغداد، 1987م.

14- فقه اللغة (مناهل ومسائل) / د.محمد اسعد النادري د.ت: المكتبة العصرية، شركة أبناء شريف الأنصاري للطباعة والنشر والتوزيع، صيدا- بيروت، لبنان، 2008م.

15- فقه اللغة وسر العربية/ الإمام اللغوي ابي منصور عبد الملك بن محمد الثعالبي د.ط: مصطفى محمد، 1936م.

16- لسان العرب/ جمال الدين ابي الفضل محمد بن مكرم ابن منظور الأنصاري الافريقي المصري، ت711هـ، تحقيق: عامر احمد حيدر، ج1، منشورات محمد علي بيضون، دار الكتب العلمية للطباعة والنشرن بيروت، 2003م.
17- مباحث في فقه اللغة، د. اسعد محمد علي النجار، مكتبة الامام الصادق (ع)، الحلة، ط1، 1452هـ-2004م.
18- المباحث اللغوية في العراق، د. مصطفى جواد، مطبعة لجنة البيان العربي، 1955م.
19- مدخل إلى علم اللغة، د. إبراهيم محمود خليل، د.ت: دار الميسرة للنشر والتوزيع، عمان، 2009م.
20- المزهر في علوم اللغة/ جلال الدين السيوطي: ت911هـ، تحقيق:محمد احمد جاد المولى- محمد ابو الفضل إبراهيم- علي محمد النجاري، ج1، دار احياء الكتب العربية، 1328هـ
21- المعجم المفصل في علوم اللغة اللسانيات د. محمد التونجي- راجي الاسمر د. ت تحقيق: د.اميل يعقوب، ج1، دار الكتب العلمية للطباعة والنشر، محمد علي بيضون، بيروت، 2001م.
22- مقاييس اللغة/ ابي الحسن احمد بن فارس بن زكريا: ت 395هـ، تحقيق: عبد السلام محمد هارون، ج1، دار احياء الكتب العلمية للطباعة والنشر، القاهرة- مصر.
23- من قضايا فقه اللغة/ د. جابر علي السيد سليم: د.ت دار الفكر: بيروت- لبنان، ط2، 1427هـ-2006م.